مطبوعات

کتاب : تجلیات ربانی حصہ اول
(ترجمہ و تلخیص مکتوبات مجدد الف ثانی)
مرتبہ : نسیم احمد فریدی ۔ امروہوی
ناشر : مکتبہ سراجیہ ۔ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ
موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان
ضخامت : ۲۶۴ صفحات ۔ دبیز سرورق
قیمت : ۱۸/ روپے

اس مفید کتاب میں حضرت شیخ احمد (سرہندی) مجدد الف ثانی رح کے مکاتیب کا ایک حصہ بصورت ترجمہ و تلخیص پیش کیا گیا ہے ۔ شروع میں شیخ کے حالات زندگی دیے گئے ہیں جو باوجود اجمال کے بہت بصیرت افروز ہیں ۔

ابتدائی اوراق میں اُس فتنہ کا ذکر کیا گیا ہے جو فتنۂ برزنجی کہلاتا ہے ۔ محمد صالح اورنگ آبادی (یا گجراتی) اور محمد عارف اور عبداللہ سورتی نے حضرت مجدد کے بعض مکاتیب کا ترجمہ فارسی سے عربی میں تحریف کے ساتھ کر دیا اور سید محمد برزنجی ساکن مدینہ منورہ کو بھیجا کہ وہ ان فاسد خیالات کا تنقیدی و تردیدی جواب لکھ دیں ۔ چنانچہ سید برزنجی نے حضرت مجدد کے خیالات کی تردید میں ایک رسالہ تحریر کیا اور مدینہ اور مکہ کے علما سے اس کی تصدیق و تائید چاہی ۔ بیشتر علماء نے انکار کیا ۔ دو ایک غیر معتبر علماء نے دستخط کر دیے ۔ مگر معاملہ جب شیخ نور الدین محمد بیگ کے پاس پہنچا تو وہ چونکہ فارسی و عربی دونوں زبانیں جانتے تھے ، اس لیے انہوں نے حضرت مجدد کے جملہ اصل مکاتیب کو منگوا کر پڑھا ۔ تب اُن پر اُس حذف و زیادتی کا حال کھلا جو عربی ترجمہ میں تھی ۔ پھر شیخ نور الدین محمد بیگ نے ایک جوابی رسالہ لکھا ۔ نیز حضرت کے بعض مکاتیب کی عبارتوں کا عربی میں صحیح ترجمہ کیا ۔ اس طرح برزنجی فتنہ ختم ہوا ۔

لیکن علمائے حق اور داعیانِ اقامتِ دین کی شان ہی یہ ہے کہ ان کی مخالفت میں فتنے اُٹھتے ہی رہتے ہیں، اور ایک ختم ہوتا ہے تو دوسرا سامنے آجاتا ہے۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ آگرہ یونیورسٹی کے شیعہ نوجوان اطہر عباس رضوی ایم۔اے پی ایچ ڈی۔ (ریڈر وصدر شعبۂ تاریخ جموں وکشمیر یونیورسٹی) نے انگریزی میں ایک کتاب (مطبوعہ ۱۹۶۵ء) بعنوان "سولھویں اور سترھویں صدیوں میں شمالی ہند کی مسلم احیائی تحریکیں" (اصل انگریزی نام (MUSLIM REVIVALIST MOVEMENTS IN NORTHERN INDIA IN THE 16 TH & 17 TH : CENTURIES) لکھی ہے۔ اس کتاب میں حضرت مجدد کے افکار اور اُن کے نام کی مخالفت میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ کتاب بظاہر بڑی تحقیقی ہے، مگر رسالہ معارف اعظم گڑھ کے جو تنقیدی پیراگراف درج ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں ماخذ بڑے کمزور ہیں۔ نیز زبان بڑی گھٹیا استعمال کی گئی ہے اور حملے گستاخانہ ہیں۔ جبکہ ایک یہودی مصنف وائی فریڈ مان نے حضرت مجدد کے متعلق جو مقالہ (شیخ احمد سرہندی اور آئندہ نسلوں کے بارے میں ان کا نظریہ) کتابی شکل میں میکگل یونیورسٹی پریس مانٹریال سے ۱۹۷۱ء میں شائع کرایا ہے، اس کی زبان زیادہ شائستہ ہے۔ مستزاد یہ کہ یہودی مصنف نے اطہر عباس کے خیالات پر اعتراضات کئے ہیں۔ معارف کا تبصرہ بڑی علمی سطح کا ہے اور پڑھنے کے قابل ہے۔

حضرت مجدد کے مکاتیب کے بارے میں مَیں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جہاں ایمانیات وعرفانیات کا مجموعہ ہیں، وہاں ان کا ادبی معیار بھی خاصا دلکش ہے۔ صاحبِ مکاتیب آیات و احادیث کے ساتھ ساتھ نہایت مؤثر اشعار بھی شامل تحریر کرتے ہیں اور خاص اصطلاحات اور تشبیہیں وضع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کے پیغام کو اپنے دَور کی ذہانت کے قریب لانے میں کامیاب رہے۔

اس کتاب میں ناشر کی یہ فریاد پڑھ کر افسوس ہوا کہ مکتبہ سراجیہ نے مولینا محمد منظور نعمانی سے جن تین کتابوں کے حقوق اشاعت حاصل کیے تھے، اُن کا لحاظ کیے بغیر لاہور کے کسی ناشر نے ان میں سے ایک کتاب شائع کر دی ہے۔ ناشرین کا بھی ایک ضابطۂ اخلاق ہوتا ہے اور بڑی بڑی قوموں کے غیر مسلم ناشرین تک خلاف ورزی نہیں کرتے، خصوصاً وہ مسلم ناشرین جو دینی کتب شائع کرتے ہوں، اُن کی ذمہ داری تو اور بھی نازک ہوتی ہے۔ جن ناشر صاحب نے ایسی حرکت چند روپوں

کی خاطر کی ہے۔ وہ خدا کے خوف اور آخرت کی جوابدہی کے ایمان سے کام لے کر محمد سعد سراجی مرشد بابا سے نہ صرف معافی مانگیں بلکہ ناجائز طور پر حاصل کردہ مالی مفاد بھی اُن کے حوالے کر دیں۔

تذکرۂ امام ربّانی، مجدّدؒ الف ثانی

مرتبہ: مولینا محمد منظور نعمانی۔ مدیر الفرقان لکھنؤ

ناشر: مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں

ضخامت: ساڑھے تین سو صفحات۔ دبیز سرورق

قیمت: -/۲۲ روپے

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، برصغیر میں تحریک نظامِ اسلامی کے بانی ہیں۔ یہ سچا مسلمان اور یہ سچا صوفی اُس ذمہ داری کو خوب سمجھا جو رسولِ آخرالزماں کے ہر اُمتی پر عائد ہوتی ہے۔ بہت سے خلوتیانِ تصوف کی نگاہوں سے یہ ذمہ داری اوجھل رہی۔ انہوں نے ساری توجہ انفرادی روحانی اصلاح اور اُخروی کامیابی پر صرف کر دی، مگر اس دنیا کی اجتماعی زندگی سنوارنے کا جو بھاری فریضہ ہر صاحب ایمان کو پکارتا رہتا ہے، وہ درکنار رہ گیا۔ حضرت شیخ احمدؒ نے تصوف کے ساتھ سیاسی تصرف کا حق بھی ادا کیا۔ اور آپ کے کارنامے نے مغلیہ سلطنت کے آخری دور کی تاریخ کو منور کر دیا۔ دعوتِ مجددی کی شعاعیں آج تک برصغیر کی ملتِ اسلامیہ کی ذہنی دنیا کو روشنی و حرارت دے رہی ہے۔

حضرت مجدد کے کارنامے کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک جہاں حضرت کی مساعی الحاد اور رفض اور بدعت کے خلاف ایک جہاد کی نوعیت رکھتی ہیں، وہاں بڑی عظیم خدمت یہ انجام پائی کہ ہندو تہذیب کے آخری زوردار ترین حملے کا آپ نے ایسا کامیاب مقابلہ کیا کہ شاہی محل اور دربار کو جس سیلاب کی موجوں نے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس کا منہ پھیر دیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ زمانہ بڑا سنگین تھا جب کہ اُن کے علماء کو قتل یا جلاوطن کیا گیا۔ ان کے اعتقاد مسخ کئے جانے لگے، اُن کے نظامِ عبادات کو خراب کیا گیا، ان کے شعائر کو اضحوکہ بنا دیا گیا۔ شراب اور قمار کو فروغ ملا۔ کتوں اور سوروں کو معزز جانور قرار دیا گیا۔ ڈاڑھیاں منڈوانے کی رسم نے پہلی بار عمومیت اختیار کی، جبینوں پر قشقے لگائے جانے لگے۔ دینِ الٰہی کے نام سے ایک گلدستہ نما پچ رنگا مذہب اس لیے ایجاد کیا گیا کہ ہندو مسلمانوں کی متحدہ وطنی قومیت مسلط کی جا سکے۔

تاریخِ اسلام میں اس قسم کے حملے جب بھی ہوئے ہیں، ہمیشہ کسی نہ کسی قوت نے اُٹھ کر اعلائے اسلام کے لیے ملت کے احساسات کو بیدار کیا ہے۔ بیشتر تحریکیں اس قسم کے حالات سے نمودار ہوئیں۔ دورِ اکبری میں جب ہندو تہذیب کا کھلا کھلا سنگین حملہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شروع ہوا تو حق تعالیٰ نے حضرت شیخ احمدؒ کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا کیا۔ شیخ نے ٹھنڈے طریقے سے اتنا مؤثر اور تیز رفتار کام کیا کہ اُس کی لہریں مسندِ شاہی تک پہنچنے لگیں۔ عتاب ہو، جنونِ عشق کی توامنع زنجیر زنداں سے کی گئی۔ مگر ذوقِ یقین کے اثر سے زنجیریں کٹ گئیں، اور شاہی طمطراق ایک درویش کے ایمان سے شکست کھا گیا۔ پہلے حکومت کی مخالفت ختم ہوئی۔ پھر ملائمت کا آغاز ہوا، بعد میں ملاطفت کا مرحلہ آیا، اور عاقبت متابعت پر ہوئی۔ آخری نتیجہ اورنگ زیب عالمگیر کی شکل میں سامنے آیا جس کے ہاتھوں برصغیر میں اسلامی نظام بڑی حد تک جلوہ گر ہوا۔

حضرت مجددؒ کے متعلق سیاسی لیڈروں، ادیبوں، صحافیوں، استادوں اور نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنا چاہیے اور تحریکِ مجددی اور اُس کے اثراتِ ما بعد کا عمیق نظری سے جائزہ لینا چاہیے۔ کیونکہ برصغیر کی مختلف اسلامی تحریکات (لٹریری اور سیاسی) میں یہ اثرات کارفرما رہے ہیں، بلکہ اگر تحریکِ مجددی کا ایمان افروز اور تحریک آموز پس منظر موجود نہ ہوتا تو شاید تحریکِ پاکستان اُبھر نہ سکتی اور نہ آج ہم ایک آزاد اسلامی جمہوریہ کے شہری ہوتے۔

یہ کتاب دراصل رسالہ الفرقان کے ایک خاص نمبر (۱۳۵۷ھ) میں شائع شدہ چند گراں قدر مقالات کا مجموعہ ہے جسے مولینا منظور نعمانی صاحب جیسی معروف دینی شخصیت نے مرتب کیا تھا پہلا کتابی ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا اور یہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء کا ہے۔